محمد اکرام چغتائی

اردو کی پہلی گرامر
(دریافت اور مطالعہ کی روداد، ۱۷۴۳ء-۲۰۱۲ء)*

Like many other literary, historical and linguistic controversies the questions about the first grammar of Urdu (e.g. Hindustani), its author and the year of compilation have remained unsolved. During the last two centuries several distinguished English, Dutch and Indian scholars and linguists delved deeper studies on this subject. Finally, in the mid 1930's the discovery of the unique manuscript (in Dutch) of the earliest grammar of Urdu (safely housed in the Hague Museum, Netherlands), cleared many misconceptions based mostly on secondary and unauthentic sources. According to J. P . Voge, an eminent Dutch scholar the manuscript of this first grammar that was completed in 1698 (also copied in Lucknow) by J. J. Ketelaar, Director of the Dutch East India Company in Surat, who extensively toured in India and Persia. A few years before a fascinate edition of this grammar has been published (Tokyo, 2008) under the editorship of Tej. K. Bhatai (Syracuse University, NewYork) and Kazuhiks Mahida (Tokyo University). And afterwards the discovery of two manuscripts of this grammar, from Utrecht and Paris, led to some new problems concerning its date of completion etc., and afterwards it was proposed to prepare a new edition after collecting and comparing all these manuscripts. In this article the story of this grammar has been narrated, that spanned more than two centuries in Europe as well as in South-Asian Subcontinet.

بالعموم ماہرینِ لسانیات اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر کسی بھی زبان کے ابتدائی قواعد اور لغت کو ترتیب دینے کا خیال پہلے پہل ان اصحاب کے ذہن میں آیا، جن کی حیثیت غیر مقامی تھی اور وہ ان کی مادری زبان نہیں تھی۔ بدیسی قوم کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا دور نئے تہذیبی روابط کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ کچھ شناورانِ علم و دانش نے یہاں کی صدیوں پرانی معاشرتی، دینی اور لسانی روایات کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور عالمانہ انداز میں ان پر شرح و بسط کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ ایسے مفصل مطالعات میں البیرونی کی کتاب ''تحقیق ماللھند'' جسے عرف عام میں ''کتاب الہند'' کہا جاتا ہے، آج بھی ایک

---

* ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی ''قواعد اردو'' (طبع اول، 1914ء)، کی صد سالہ تقریبِ اشاعت کے موقع پر۔

معتبر ماخذ تصور کی جاتی ہے۔ اہل علم کے ساتھ ساتھ ایک اور لہر بھی رواں دواں رہی جس کی بلا خیز روانی میں اولیائے کرام کا جوشِ دروں شامل تھا۔ بلاتمیز مذہب و ملت خلق خدا سے ان کا قلبی تعلق قائم رہا، اور اپنی باتوں کی خوشبو کو گھر گھر پہنچانے کے لیے انہوں نے یہاں کی زبانوں کو ذریعۂ اظہار بنایا، چنانچہ اردو زبان کی تاریخ کے ابتدائی آثار انہی صوفیاء کی تالیفات اور ملفوظات میں ملتے ہیں۔ اہل علم اور اہل دل اصحاب کی مقامی زبانوں سے یہ دلچسپی اور اپنے مخصوص خیالات کے ابلاغ کے لیے انہیں ذریعۂ اظہار بنانے کے دور رس اثرات مرتب ہوئے، لیکن ایسی کوئی مستند روایت موجود نہیں، جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کم ازکم کسی علمی شخصیت نے مقامی زبانوں کی صرفی یا نحوی ساخت کو اپنا موضوع تحقیق بنایا ہو۔ ممکن ہے، کبھی ایسی کوشش کی گئی ہو لیکن اس کا ابھی تک کوئی مستند دستاویزی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا۔

مسلمانوں کے علاوہ برصغیر پر بیرونی اثرات کی دوسری شدید لہر اس وقت آئی جب اقوام مغرب نے تاجروں کے بھیس میں یہاں قدم رکھا اور پھر آہستہ آہستہ ہر شعبۂ زندگی میں اپنے اثر و رسوخ کی جڑیں مضبوط کرتی رہیں۔ ان تاجروں کے جلو میں مبلغین نے بھی اِدھر کا رخ کیا اور مسیحیت کے پرچار کی خاطر مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ مسلمانوں کی طرح یہ لوگ یہاں فاتحین کے روپ میں نہیں آئے اور نہ انہوں نے آتے ہی مفتوحین پر اپنا سیاسی تسلط جمایا۔ درپردہ ان کا مقصد بھی استعمارانہ تسلط ہی قائم کرنا رہا، لیکن اس کے لیے انہیں برسوں انتظار کرنا پڑا۔ عرصۂ دراز تک یہ لوگ تاجروں، مبلغوں اور سیاحوں کی حیثیت سے اپنا کام کرتے رہے۔ چونکہ یہ دونوں شعبے عامۃ الناس سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان غیر ملکیوں کو بھی مقامی لوگوں سے رابطہ رکھنے میں ان کی زبانوں ہی کو سیکھنا پڑا لیکن اس سے قبل انہیں ایسی زبانوں کے قواعد اور لغات مرتب کرنے کا خیال دامنگیر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو سمیت برصغیر کی تقریباً سبھی قابل ذکر زبانوں کے قواعد پر ابتدائی کتابیں انہی مغربی اقوام سے تعلق رکھنے والے تجارت پیشہ یا مسیحیت کے داعیوں نے مرتب کیں۔ اردو کے ایسے ہی ابتدائی قواعد نویسوں میں ایک نام ولندیزی تاجر جوآن جوشوا کیتیلار (Joan Josua Ketelaar) کا بھی ہے[۱]۔ اب تک کی تحقیقات کی روشنی میں اسے اردو یا اس دور کے مروجہ نام ''ہندوستانی'' کا پہلا قواعد نویس ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بیشتر اس کے کہ اس قواعد نویس کے سوانح حیات، اسفار اور اس کے قواعد کے بارے میں تفصیلات فراہم کی جائیں، یہ مناسب ہوگا کہ اس قواعد کی دریافت اور مطالعہ کی تقریباً ڈھائی صدیوں سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی دلچسپ روداد بیان کر دی جائے اور اس کے ساتھ ہی اردو کے قواعد نویسوں اور عام مصنفوں نے اس ضمن میں جو معلومات درج کی ہیں، ان کا ایک سرسری سا جائزہ بھی پیش کر دیا جائے۔

اردو اور ہندی قواعد نویسی کی تاریخ پر کام کرنے والے انگریزی، ولندیزی اور بھارتی ارباب تحقیق اس امر پر متفق ہیں کہ کیتیلار کی اس گرامر کی سب سے پہلے اطلاع دینے والا معروف ماہر لسانیات سر جارج گریرسن (۱۸۵۱-۱۹۴۱ء) ہے، لیکن بعض حقائق اس کی تردید کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے اب تک اس موضوع پر جن مآخذ سے استفادہ کیا ہے، ان کے مطابق اس اولین اردو قواعد کا حوالہ سب سے پہلے پروٹسٹنٹ مسیحی مبلغ بنجامن شلتسے (Benjamin Schultze ,۱۶۸۹ء -۱۷۶۰ء)[۲] نے ''ہندوستانی قواعد'' (سنۂ اشاعت ۱۷۴۵ء) کے دیباچے میں دیا ہے۔ (بزبان لاطینی، بتاریخ ۳۰/جون ۱۷۶۱ء)[۳]۔ شلتسے نے تقریباً پون صدی ہندوستان میں گزاری (۱۷۱۹-۱۷۴۳ء) اس دوران میں تامل، تلیگو اور ہندوستانی زبانیں سیکھیں اور مؤخر الذکر

دونوں زبانوں کے قواعد تالیف کیے۔ شلتسے کی لاطینی ہندوستانی گرامر کا انگریزی ترجمہ (مترجم نامعلوم الاسم) سابقہ انڈیا آفس لائبریری (موجودہ برٹش لائبریری، لندن) میں محفوظ ہے،(۴) جس کا متن اردو ترجمہ سمیت شائع ہو چکا ہے(۵)۔ شلتسے کی گرامر کے پیش لفظ کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

> ''یہاں اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ لائق و فاضل ڈیوڈ میلینو (David Millino) نے جو یوٹرکریٹ (Utrecht) میں متبرک عتیقیات اور ایشیائی زبانوں کے پروفیسر ہیں، اپنے متفرقات بابت سنہ ۱۷۴۳ء میں ہندوستانی قواعد کا ایک رسالہ شائع کیا تھا۔ وہ خود اس کے مصنف نہیں تھے بلکہ اس کے مصنف محترم جان جوشوا کیٹلر تھے، جو ڈنمارک [ہالینڈ] کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مغل اعظم کے دربار میں سابق سفیر تھے۔ جس زمانے میں وہ آگرہ میں مقیم تھے، انہوں نے ہندوستانی زبان کے باب میں اپنے مشاہدات ڈچ زبان میں قلمبند کئے۔ یقیناً انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اس زبان کو مشرقی زبانوں کے ماہر مستشرقین سے متعارف کرایا اور ان کی توجہ کا مرکز بنایا اور اس طرح ایک مبسوط رسالے کی تالیف کے لیے راہ ہموار کر دی جسے اب میں نے اضافہ کر کے مرتب کیا ہے۔ کیسا اچھا ہوتا کہ وہی فاضل مصنف ہندوستانی الفاظ کو فارسی رسم خط میں بھی تحریر کر گئے ہوتے اور کچھ امور اس کے تلفظ کے باب میں بھی لکھ گئے ہوتے، ممکن ہے کوئی اور شخص ان اغلاط کی تصحیح کر سکے جو میں نے اس فاضل مصنف کے متن متعلقہ ایمان، دعائے مسیح اور مکالمہ میں کی ہیں۔''(۶)

شلتسے کی ہندوستانی قواعد کے متن (مطبوعہ ہالے، ۱۹۸۶ء) کے پیش لفظ (سنۂ تحریر ۱۷۴۱ء) کا حصہ نہیں، بلکہ اس کے پاورقی (فٹ نوٹ) میں مرقوم ہے اور اس کے اختتام پر .I.N.J کے مخففات دیئے گئے ہیں ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ ۱۷۴۱ء کے تحریر کردہ دیباچے میں ڈیوڈ ملز (D. Mills) کی ۱۷۴۳ء کی مطبوعہ کتاب کا ذکر کیا جاتا۔ ممکن ہے پاورقی کی یہ عبارت اس قواعد کے مرتب کالن برگ یا کسی اور شخص کی اضافہ کردہ ہو، کیونکہ یہ قواعد ڈیوڈ ملز کی ''مقالات منتخبہ'' (بزبان لاطینی) کے دو سال بعد یعنی ۱۷۴۵ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ بات تو پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ متذکرہ بالا عبارت شلتسے کی تحریر کردہ نہیں ہے۔

ڈیوڈ ملز (David Millius, ۱۶۹۲-۱۷۵۶ء) اوتریخت یونیورسٹی میں دینیات اور مشرقی زبانوں کا اُستاد تھا۔ اُس کی مرتبہ کتاب بعنوان ''مقالات متفرقہ'' (Dissertationes Selectae) لائیڈن سے ۱۷۴۳ء میں طبع ہوئی۔ اس کے پندرھویں باب بعنوان Miscellanea Orientalia کے تحت کیتیلار کی گرامر کا لاطینی ترجمہ شامل کیا گیا۔(۷) کہا جاتا ہے کہ ڈیوڈ ملز کی اسی کتاب کا جو ایڈیشن ۱۷۲۴ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا، اس میں یہ ترجمہ موجود نہیں(۸)۔ عرصۂ دراز تک ڈیوڈ ملز کا یہ ملخص لاطینی ترجمہ ہی لسانی ماہرین کا واحد ماخذ رہا اور وہ کیتیلار کی گرامر کی اصل زبان، سنۂ تالیف اور مندرجات کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار رہے۔ ایک مبصر کی رائے میں ڈیوڈ ملز کا یہ لاطینی ترجمہ بیکار محض اور اغلاط سے پُر ہے۔(۹)

ڈیوڈ ملز کے مرتبہ 'مجموعہ' کے دو سال بعد شلتسے کی ''ہندوستانی قواعد' شائع ہوئی (۱۷۴۵ء) اور پھر برسوں کیتیلار کی گرامر کے بارے میں انہی دو مصنفین کی فراہم کردہ معلومات دہرائی جاتی رہیں۔ بالآخر معروف فرانسیسی مستشرق اور اردو زبان و ادب کے مورخ و مدرس گارسیں دتاسی (۱۷۹۴-۱۸۷۸ء) نے کیتیلار کی قواعد کا ذکر کیا۔ پیرس کے مدرسہ السنۂ شرقیہ میں اس کا بطور استاد

''ہندوستانی'' تقرر ہوا (۱۸۲۸ء)۔ وہ زندگی بھر ہندوستان تو نہ آسکا اس لیے اردو سیکھنے کی غرض سے اسے انگلستان جانا پڑا۔ اپنی تعیناتی کے بعد طلباء کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اس نے قواعد اُردو (بزبان فرانسیسی) تالیف کی (سنۂ اشاعت ۱۸۲۹ء)۔ چار سال بعد اس کا ایک نظر ثانی ایڈیشن شائع ہوا (۱۸۳۳ء) جس کے ایک ضمیمہ میں گارسیں دتاسی نے کیتیلار کی اس گرامر کا بالاختصار ذکر کیا[۱۰]۔ فرانسیسی زبان سے عدم واقفیت اور گارسیں دتاسی کی بیشتر کتابوں کی نایابی یا عدم دستیابی کے باعث اردو کے اولین قواعد نویس کیتیلار سے متعلق اہم اقتباس لسانی ماہرین کی نظروں سے اوجھل رہا۔

گارسیں دتاسی کے بعد جس شخص نے کیتیلار کی گرامر کی قدرے تفصیل سے اطلاع فراہم کی، وہ اطالوی عالم اور روم کی ''ریالے اکادیمیادے ای لِن چے ای''(Reale Accademia dei Lincei) کا اعزازی لسانیاتی سیکرٹری ایمیلیو تیتزا (Emilio Teza) تھا[۱۱]۔ اس کا پس منظر یوں ہے کہ ۱۸۹۳ء میں گریرسن نے یورپ میں ہندوستانی زبانوں کے ابتدائی مطالعات پر ایک مقالہ قلمبند کیا، جو ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا۔ اس میں مقالہ نگار نے بنجامن شلتسے کی قواعد (مطبوعہ ۱۷۴۵ء) کو ہندوستانی کی اولین قواعد قرار دیا[۱۲]۔ گریرسن کی اس اطلاع کی بنیاد ثانوی ماخذ یعنی ہنری یول کی کتاب ''ہابسن جابسن''[۱۳] (بذیل مادہ 'ہندوستانی') اور ''فہرست کتاب خانہ گارسیں دتاسی'' (مطبوعہ ۱۸۷۹ء)[۱۴] پر ہے۔ جب یہ مقالہ ایمیلیو تیتزا کی نظر سے گزرا، اس نے متذکرہ صدر اکادیمیا کے ایک اجلاس (منعقدہ جنوری ۱۸۹۴ء) میں جواباً ایک مضمون پڑھا جس میں یہ ثابت کیا کہ ہندوستانی قواعد نویسی کی تاریخ میں اولیت کا سہرا شلتسے کے بجائے کیتیلار کے سر ہے، کیونکہ اول الذکر نے خود اپنی قواعد کے پیش لفظ میں اپنے اس پیش رو کا ذکر کیا ہے[۱۵]۔ تیتزا کی یہ اطلاع گریرسن کی طرح کسی ثانوی ماخذ پر مبنی نہیں تھی، کیونکہ شلتسے کی قواعد کا اصل نسخہ اس کی ذاتی ملکیت تھا۔

یہ گریرسن جیسی فاضل شخصیت کے اعلیٰ ظرف اور علمی دیانتداری کا ثبوت ہے کہ اس نے فی الفور اپنی غلطی کا اقرار کرلیا اور تیتزا کے نشان کردہ تسامحات کو بھی درست کر دیا، نیز اس کے نقل کردہ کیتیلار کے ''ہندوستانی'' ترجمہ دعائے مسیح (Lord's Prayer) کو رومن رسم خط میں شامل کرلیا۔ علاوہ ازیں کیتیلار کے ولندیزی تجارتی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے مغل حکمرانوں (بہادر شاہ اول اور جہان دار شاہ) سے ملاقاتوں کا حوالہ بھی دیا۔ مزید یہ کہ اس کے سفر ایران اور واپسی پر اس کے انتقال کا بھی ذکر کیا۔ یہ تمام تفصیلات نامور مؤرخ اور ''لیٹر مغلز'' جیسی اہم کتاب کے مصنف ولیم ارون (William Irvine، ۱۸۴۰-۱۹۱۱ء) نے فراہم کی تھیں اور گریرسن نے انہیں شکریے کے ساتھ اپنے مضمون میں شامل کرلیا[۱۶]۔ بعد میں اس نے انہی معلومات کو معمولی قطع و برید سے اپنے ایک تفصیلی مقالے[۱۷] اور پھر ''لسانیاتی جائزہ ہند'' میں درج کر دیا[۱۸]۔ باوجودیکہ گریرسن نے جو کچھ مختصر لکھا وہ ثانوی آخذ یا اپنے اطلاع کنندگان کی ارسال کردہ معلومات پر مبنی ہے[۱۹]۔ پھر بھی اس سے اردو قواعد نویسی کے ابتدائی آثار کا کچھ نہ کچھ علم ہو جاتا ہے۔

گریرسن کی ان سنی سنائی باتوں کو جس شخص نے اصل آخذ کی بنیاد پر استناد کے درجہ تک پہنچایا، وہ ہند آریائی زبانوں پر عالمگیر شہرت کے ماہر لسانیات ڈاکٹر سنیتی کمار چیٹر جی (۱۸۹۰-۱۹۷۷ء) تھا۔ ۱۹۲۱ء میں انہیں لندن کی پرانی کتابوں کی ایک دکان سے ڈیوڈ ملز کی لاطینی کتاب (مطبوعہ ۱۷۴۳ء) دستیاب ہوگئی جس کے باب دوم کی پہلی فصل میں کیتیلار کی اردو گرامر کو ملخص

صورت میں پیش کیا گیا تھا۔ بارہ برس بعد انہوں نے اس قواعد کے متعلق اپنے نتائج تحقیق و مطالعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ شائع کرایا، جس میں اس قواعد کے صرفی، نحوی اور لفظیاتی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔ چیڑ جی نے آخر میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ انہوں نے یہ مقالہ ۱۹۳۱ء میں مکمل کر لیا تھا، لیکن اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اوترخت یونیورسٹی کے کرن انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر ووغل نے انہیں بتایا کہ کیتیلار نے اپنی قواعد اپنے قیام ہندوستان کے دوران میں تالیف کی تھی (۱۶۹۸ء) اور ڈیوڈ ملز نے اسے ولندیزی سے لاطینی میں ترجمہ کرکے اپنی کتاب میں شامل کیا۔ چیٹر جی نے قواعد کا ولندیزی عنوان اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی دیا ہے اور یہ بھی صراحت کی ہے کہ ابھی تک اصل ولندیزی متن شائع نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کا خطی نسخہ دستبرد زمانہ کی نذر ہو گیا[۲۰]۔ چیٹر جی کے ان مطالعات نے کیتیلار کی قواعد سے متعلق برسوں سے رائج غلط فہمیاں دور کر دیں، لیکن گریرسن کے تتبع میں اس کا سنہ تصنیف ۱۷۱۵ء ہی لکھا۔

ولندیزی مؤرخ اور ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر ژان فلیپ ووغل(Jean Phillipe Vogel ، ۱۸۷۱-۱۹۵۸ء) نے بذریعہ خط جو معلومات سنیتی کمار چیٹر جی کو بھجوائی تھیں، وہ تو انہوں نے اپنے مقالے کے آخر میں شامل کر لیں، لیکن اس کے باوجود ووغل نے اگلے سال یعنی ۱۹۳۴ء میں انہیں الگ سے ایک مضمون کی شکل میں چھپوا دیا[۲۱]۔ آئندہ چند برسوں میں انہوں نے مزید دو مقالات شائع کرائے، ایک انگریزی[۲۲] اور دوسرا ولندیزی[۲۳] میں۔ اول الذکر میں اردو کی اس اولین گرامر اور اس کے مؤلف کے تفصیلی حالات قلمبند کئے گئے اور یہ تمام ہیگ میوزیم میں محفوظ دستاویزات کو سامنے رکھ کر ترتیب دیئے گئے۔ مزید یہ کہ پہلی بار یہ اطلاع دی گئی کہ اس قواعد کا اصل ولندیزی نسخہ ضائع نہیں ہوا جیسا کہ سنیتی کمار چیٹر جی کا خیال تھا، بلکہ یہ اسی میوزیم میں محفوظ ہے، چنانچہ اس خطی نسخہ کا بھی تفصیلی تعارف کرایا گیا۔ ولندیزی مضمون میں کم و بیش انہیں معلومات کو دوہرایا گیا، لیکن اس میں اس ولندیزی نسخہ کے ابتدائی تین صفحات کا عکس بھی دے دیا گیا۔ قلعہ لاہور کے سابق ناظم ڈاکٹر ووغل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اس قواعد کا اصل نسخہ دریافت کیا اور اس کی وساطت سے بعض ایسے مفروضات کو غلط ثابت کیا، جو اس کی عدم دستیابی کے باعث ماہرین لسانیات کے مابین اختلاف کا باعث تھے۔

بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ووغل بیسویں صدی عیسوی کے اوائل ہی میں کیتیلار کے سفری روزنامچہ (بزبان ولندیزی) سے متعارف ہو چکے تھے، جس کا ایک قلمی نسخہ ہیگ کے اسی میوزیم میں موجود تھا، جہاں کیتیلار کی قواعد کا واحد مخطوطہ پڑا ہوا تھا، لیکن انہیں کئی سال بعد اس کی موجودگی کا علم ہوا۔

محولہ بالا روزنامچہ کے مطابق کیتیلار ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی (سورت) کے ناظم کی حیثیت سے بعض تجارتی مراعات حاصل کرنے مغل دربار آیا اور اس دور کے سیاسی حالات کی وجہ سے وہ تقریباً پانچ ماہ (۱۰ دسمبر ۱۷۱۱-۱۰ مئی ۱۷۱۲ء) اندرونِ لاہور کی ایک وسیع و عریض حویلی میں رہائش پذیر رہا۔ اس نے اپنے روزنامچہ میں لاہور کے شالا مار باغ کی دلکشی اور خوبصورتی پر جو لکھا، ووغل نے اس حصے کا انگریزی ترجمہ شائع کر دیا[۲۴]۔ اس اہم مجلہ کے علاوہ ''جرنل آف انڈین ہسٹری'' میں بھی انہوں نے قلعہ لاہور پر بھی کئی مضامین لکھے۔ بعد میں انہوں نے کیتیلار کا یہ روزنامچہ ترتیب دے کر شائع کرا دیا (۱۹۳۷ء)۔ تفصیلات آئندہ سطور میں دی جائیں گی۔

ڈاکٹر ووغل خود ولندیزی عالم تھے، ہیگ میوزیم جہاں کیتیلار سے متعلقہ ریکارڈ (مع قواعد) محفوظ تھا، ان کی دسترس میں تھا، اس لیے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ ان معلوماتی اور تحقیقی مقالات کی اشاعت کے بعد اس قواعد کے اپنے دریافت کردہ منحصر بفرد قلمی نسخے کی اشاعت کا بھی اہتمام کریں گے۔ انہی دنوں ڈاکٹر ووغل نے کیتیلار کے اس سفر نامہ کا ولندیزی متن مع تفصیلی تعارف و حواشی شائع کرا دیا تھا، جس میں اس نے ولندیزی وفد کے دہلی اور پھر لاہور میں قیام اور راستوں کی کٹھنائیوں کو بڑی جزئیات کے ساتھ تحریر کیا۔ اسی لیے متعلقہ اصحاب تحقیق ڈاکٹر ووغل سے ایسی توقع رکھنے میں حق بجانب تھے۔ وہ ان مطالعات کے بعد کئی برس زندہ رہے، لیکن پھر بھی وہ اس واحد مخطوطے کی طباعت کا بندوبست نہ کر سکے۔

قدیم اردو کے شعری اور نثری آثار کے اسالیب ،ان کی ساخت اور ذخیرۂ الفاظ کی صورت کچھ ایسی ہے کہ ہندی زبان و ادب کے مؤرخین بھی انہیں اپنانا پرانا علمی سرمایہ گردانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کیتیلار کی اس قواعد کو ہندی قواعد نویسی کے ابتدائی نمونوں میں شمار کرتے ہیں۔ ہندی کے ایسے ماہرین لسانیات میں تین نام قابل ذکر ہیں۔ ایک تو سنیتی کمار چیٹر جی ہیں جن کا ذکر اوپر بھی کیا جاچکا ہے۔ دوسرے میتھیو وچور (Mathew Vechoor) ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب میں کیتیلار کی اس قواعد کا ہندی ترجمہ شامل کیا ہے، لیکن انہوں نے اس ترجمہ کے لیے اصل ولندیزی مخطوطے کے بجائے اس کے لاطینی ترجمہ (از ڈیوڈ ملز) کو بنیاد بنایا ہے حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ اصل نسخہ کہاں پڑا ہوا ہے (۲۵)۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر تیج کرشنا بھاٹیا نے اپنی اہم ترین انگریزی کتاب میں کیتیلار کی گرامر کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس پر ہونے والی بیشتر تحقیقات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ خصوصی برائے ڈاکٹریٹ کے لیے جولائی ۱۹۸۱ء میں نیدرلینڈ کا سفر کیا اور ہیگ میوزیم میں موجود کیتیلار کی ولندیزی گرامر کے قلمی نسخے کی نقل حاصل کی۔ اس کے عمیق مطالعہ کے بعد پہلی بار اس کے تمام صرفی اور نحوی پہلوؤں پر ایک جامع مقالہ قلمبند کیا (۲۶) اور پھر اپنے مقالۂ خصوصی میں اس کے لیے مفصل باب مختص کیا (۲۷)۔

ولندیزی اسکالر ووغل نے کیتیلار کی قواعد کا اصل نسخہ دریافت کیا اور قواعد نویس کے حالات زندگی اور اس کی قواعد کے مندرجات کو متعارف کرایا۔ درحقیقت انہوں نے اس قواعد سے متعلق تحقیق کا رخ موڑ دیا اور برسوں سے ثانوی مآخذ پر مبنی روایات کی استنادی حیثیت کو طشت از بام کر دیا۔ اس کے بعد جس دوسرے ولندیزی اسکالر نے کیتیلار اور اس کی قواعد کو موضوع بحث بنایا اور اس کے بعض نئے پہلوؤں سے ہمیں متعارف کرایا، وہ بودے وتس (H.M. Bodewitz) ہے۔ ۱۹۷۰ء کے اوائل میں وہ نیدرلینڈ کے شہر اوتریخت کی اسٹیٹ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا اور معروف ولندیزی پروفیسر گوندا (Gonda) کے جونیئر اسسٹنٹ کی حیثیت سے اضافی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہو رہا تھا۔ انہی دنوں اس نے کیتیلار کی ولندیزی گرامر کو انگریزی میں منتقل کیا۔ بدقسمتی سے یہ ترجمہ شائع تو نہ ہوسکا البتہ اس کا ٹائپ شدہ مسودہ اور خودنوشت حواشی اسی یونیورسٹی کے شعبہ ہندی مطالعات میں دستیاب ہیں (۲۸)۔ اس نے کیتیلار اور ڈیوڈ ملز کی ہندوستانی گرامر پر جو مقالہ لکھا ہے اس میں اپنے ہموطن ووغل کی تحقیقات میں قابل قدر اضافے کئے ہیں (۲۹)۔ بالعموم کیتیلار کی گرامر کے ایک ہی نسخے کی اطلاع دی جاتی ہے جو اس وقت ہیگ میوزیم میں محفوظ ہے، لیکن مقالہ نگار کے خیال میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ بھی تھا جس سے یہ نقل تیار کی گئی۔ علاوہ ازیں اس نے بھاٹیا کی بہت سی آراء سے اختلاف کیا، جس کا بھاٹیا نے انتہائی درشت انداز میں جواب دیا ہے (۳۰)۔ مقالہ نگار کو بھاٹیا کی اس بات پر شدید

اعتراض ہے کہ انہوں نے کیتیلار کی قواعد کا نام تبدیل کر دیا ہے۔ نیز وہ بھاٹیا کے اس قواعد کو ہندی کی قواعد قرار دینے کی پُرزور تردید کرتا ہے اور اسے اردو کے قدیم نام ''ہندوستانی' کی گرامر ہی سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں اس کا واضح مؤقف یہ ہے:

"The language described by Ketelaar was not pure Hindi. As Vogel (1941) already observed, it was rather to be called Urdu or Hindustani. Bhatia who wrote a history of Hindi grammatical tradition, tries to deny this fact."(31)

سنیتی کمار چیٹر جی اور بھاٹیا کے بعد تیسرے ہندوستانی فاضل ،لسانی ماہر ،معروف نقاد،محقق اور ساہتیہ اکادمی کے سابق سربراہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ بھی گذشتہ چار دہائیوں سے کیتیلار کی اس قواعد کے صرفی ونحوی پہلوؤں پر کام کر رہے ہیں۔ممکن ہے وہ اس کو چھپوانے کا ارادہ رکھتے ہوں لیکن اس کی ولندیزی زبان،طرزِ تحریر اور قدیم رسم خط کے سبب وہ اپنے ارادے کوعملی جامہ نہ پہنا سکے اور صرف ایک مضمون ہی سپردِقلم کر سکے(۳۲)۔ اس قواعد سے اپنے دیرینہ تعلق کا وہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

''کیٹیلر کی گرامر کی مائیکر وفلم اور بعض حصوں کے فوٹو گراف ۱۹۷۰ء سے میرے پاس تھے۔ جب میں وسکانسن سے واپس جاتے ہوئے لائیڈن (ہالینڈ) میں چند روز کے لیے رکا تھا۔ تب میں کرن انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی آف لائیڈن اور رائل اسٹیٹ آرکائیوز میں گیا تھا اور وہاں کے لوگوں سے بھی ملا تھا۔ اس وقت پروفیسر Gondaحیات تھے اور انہیں کی نگرانی میں کوئی صاحب (۳۳) اس گرامر پر کام کر رہے تھے جو اصلاً ڈچ زبان میں ہے۔''(۳۴)

اپنے اسی مجموعۂ مضامین کے دیباچے میں وہ رقمطراز ہیں:

''کیٹیلر کی گرامر اردو کی اولین گرامر ہے،جس کا عکس ایک مدت سے میرے پاس تھا۔ اوسلو یونیورسٹی ناروے میں بطور وزیٹنگ پروفیسر جانے کا موقع مجھے ۱۹۹۷ء میں ملا تھا۔ اسی زمانے میں مَیں نے لائیڈن ہالینڈ کا سفر کیا۔ جہاں اس گرامر کا واحد نسخہ ان کے قومی اسٹیٹ آرکائیوز میں محفوظ ہے۔ اس کی معلومات مجھے سنیتی کمار چیڑ جی کے مضمون سے ملی تھیں۔ گریرسن کے یہاں بھی کیٹیلر کا ذکر ہے لیکن نہ گریرسن نے نہ چیڑ جی نے نسخہ کو دیکھا تھا۔ اس کے اطالوی [لاطینی] ترجمہ وتلخیص سے معلومات اخذ کی تھیں۔ یہ گرامر اورنگ زیب عالمگیر کے آخری برسوں میں ۱۶۹۸ء میں لکھی گئی اور لائیڈن میں اس کا واحد نسخہ لکھنؤ کا مکتوبہ ہے جہاں کیٹیلر ڈچ سفیر تھا۔''(۳۵)

چند سال بعد انہیں اسی قواعد پر تحقیق اور لسانی اعتبار سے کام کرنے کے لیے وظیفہ بھی دیا گیا،جس کی اطلاع ایک ادبی مجلہ میں یوں دی گئی:

''نامور محقق، دانشور اور ماہر لسانیات، جناب گوپی چند نارنگ کو اندرا گاندھی نیشنل سنٹر فار آرٹس کی ایک فیلوشپ دو سال کے لیے تفویض ہوئی ہے۔ اس کے تحت وہ جوشوا کیٹلار Joshua Ketelaar کی ہندوستانی گرامر اور اس سے متعلق موضوعات پر کام کریں گے۔ ہمیں خوشی ہے کہ پروفیسر گوپی چند نارنگ کو اس اہم کام کے لیے فیلوشپ ملی''(۳۶)۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گوپی چند نارنگ نے عرصۂ دراز سے کیتیلار کی اس گرامر پر مفصل اور جامع کام کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس دوران میں انہوں نے اس قواعد کے واحد قلمی نسخہ کی مائیکر وفلم حاصل کر لی، متعلقہ ولندیزی اصحاب سے بھی تبادلہ معلومات ہوگیا۔ اس موضوع پر سنیتی کمار چیٹر جی اور وخل جیسے متخصصین کے مقالات بھی ان کی دسترس میں رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مالی اعانت بھی فراہم کر دی گئی، لیکن ان تمام سہولتوں کے باوجود وہ اس قواعد کو ترتیب دے کر زیورِطبع سے آراستہ کرا سکے اور نہ اس کے مندرجات اور اس کے مؤلف ہی کے بارے میں کوئی جامع مقالہ ہی قلمبند کر سکے، البتہ بھاٹیا اور قدیم ہندی ویاکرن کے دیگر بھارتی مؤرخین کے برعکس انہوں نے کیتیلار کی گرامر کو ہندی کے بجائے ہندوستانی یعنی اردو زبان کی اولین قواعد ثابت کیا اور اس کے لیے ٹھوس دلائل پیش کئے۔ ان کے حالیہ مقالے سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

> ''کیٹیلر جس 'ہندوستانی' زبان کا تجزیہ کر رہا ہے اور جس کی پہلی گرامر پیش کر رہا ہے وہ ہندوستانی زبان کوئی اور ہندوستانی نہیں بلکہ وہی ہندوستانی ہے جو آگے چل کر اردو پکاری جانے لگی لیکن یوروپی لوگ جس کو بالعموم ہندوستانی کہتے تھے'' (ص ۲۰)۔

> ''زیرِ نظر گرامر میں جس زبان کو ہندوستانی کہا گیا ہے وہ اس زمانے کی رائج وہی زبان ہے جو اٹھارہویں صدی سے اردو کہی جانے لگی۔ اردو لفظ زبان کے لیے ہنوز چلن میں نہیں آیا تھا لیکن کیٹیلر جس زبان کا صرفی ونحوی تجزیہ پیش کر رہا ہے اور جس کے صیغے اور گردانیں دے رہا ہے، نیز موضوعات کے اعتبار سے لغات کی جو فہرستیں درج کر رہا ہے۔۔۔ وہ ان عربی فارسی لفظوں سے بھری ہوئی ہیں جو اردو اور صرف اردو زبان کے ذریعے ہندوستان میں مستعمل ہوئے'' (ص ۲۱)۔

> ''کیٹیلر کی گرامر کو جو دراصل اُردو گرامر ہے اور جس میں کچھ اجزا فارسی گرامر کے بھی مندرج ہیں، کھلم کھلا ہندی گرامر قرار دینا ایک کارنامہ ہی قرار دیا جائے گا'' (ص ۱۸)

یہ گوپی چند نارنگ کی مشاورت، مسلسل اصرار اور پختہ یقین ہی کا نتیجہ ہے کہ بھاٹیا اور ان کے جاپانی شریک اور مرتب نے کیتیلار کی قواعد کے مطبوعہ متن (ٹوکیو ۲۰۰۸ء) کے عنوان میں ''ہندی'' کے بجائے ''ہندوستانی'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے سابقہ مؤقف سے رجوع کر لیا ہے۔

گوپی چند نارنگ اردو کی اس اولین گرامر تک دسترس، متعلقہ مآخذ تک رسائی اور بغرض اشاعت ضروری وسائل کی دستیابی کے باوجود اس کو مرتب شکل دینے میں کامیاب نہ ہوسکے، لیکن امریکہ کی ایک یونیورسٹی (Syracuse) میں پڑھانے والے ان کے ہم وطن تیج کرشنا بھاٹیا نے اس قواعد کے خطی نسخہ کی مائیکر وفلم حاصل (۱۹۸۱ء) کرنے کے بعد اس پر پہلے تعارفی مضمون (۱۹۸۳ء) اور پھر ہندی قواعد کی تاریخ پر اپنی جامع کتاب ۱۹۸۷ء میں اس قواعد پر علیحدہ باب مختص کیا۔ ان مطالعات نے ان کی علمی ساکھ میں اضافہ کیا۔ جلد ہی انہیں ایسی تمام سہولتیں میسر آگئیں جو اس قواعد کی ترتیب و تدوین اور طباعتی مراحل کو آگے بڑھانے میں

بنیادی حیثیت رکھتی تھیں۔ اس قواعد کے قدیم رسم خط سے شناسائی اور اس کو انگریزی میں منتقل کرنے کی غرض سے انہیں چند تجربہ کار ولندیزی مترجمین اور لسانی ماہرین کا تعاون حاصل ہوگیا۔ جب یوں باہمی اشتراک سے مسودے کو حتمی شکل دے دی گئی تو اس کی طباعت وغیرہ کے لیے جاپان کی وزارت تعلیم، ایشیائی اور افریقی زبانوں اور تہذیبوں کے مطالعہ سے متعلق انسٹی ٹیوٹ (ٹوکیو)، ٹوکیو یونیورسٹی برائے غیر ملکی مطالعات، جاپانی سائنس فاؤنڈیشن اور سب سے بڑھ کر پروفیسر مچیڈا جو اس قواعد کے شریک مدیر بھی ہیں، کے بھرپور تعاون سے یہ قواعد پہلی بار طبع ہوئی(۳۷)۔ یہ ایڈیشن تین جلدوں پر مشتمل ہے: پہلی جلد کا حصہ اول بعنوان ''تاریخی اور بین التہذیبی تناظرات'' اکیلے بھاٹیا کا تحریر کردہ ہے، بقیہ تمام ابواب دونوں مدیران نے لکھے ہیں۔ حصہ دوم میں قواعد کے ذخیرۂ الفاظ کا لسانی جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسری جلد لغوی ذخیرۂ الفاظ اور ان کا تجزیہ اور جلد سوم میں ولندیزی مخطوطہ کی عکسی نقل شائع کی گئی ہے۔ قواعد کے اس پہلے ایڈیشن کے عنوان میں ہندی کے بجائے ہندوستانی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس کے مدیران نے نحوی اور صرفی اعتبار سے اسے اردو کے بجائے مروجہ ہندی زبان کی اولین قواعد ہی قرار دیا ہے۔

کیتیلار کی گرامر کے اس سہ جلدی ایڈیشن پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

''کیٹیلر کی زیر تجزیہ زبان کوئی اور زبان نہیں، اردو اور صرف اردو ہے''(۳۸)۔

جس طرح کیتیلار کی قواعد کے واحد قلمی نسخہ (مخزونہ ہیگ میوزیم) اور قواعد نویس کے سوانح حیات کی تفصیلات فراہم کرنے کا سہرا ولندیزی اسکالر ووغل کے سر ہے، اسی طرح زیر بحث قواعد کے دیگر دو مخطوطات کی اطلاع دینے والی خاتون اسکالر انا پائتلو وانی(Anna Pytlowany) کا تعلق بھی نیدرلینڈ ہی سے ہے(۳۹)۔ انہوں نے جن دو نئے خطی نسخوں کی موجودگی کا سراغ لگایا ہے، ان میں ایک نیدرلینڈ ہی کے شہر اوتریخت کی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس نسخے سے اہل علم کی بے خبری اور برسوں گوشۂ گمنامی میں پڑے رہنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے سرورق سے قواعد اور اس کے مؤلف کا نام کھرچ دیا گیا تھا، ورنہ چند معمولی اختلافات کے علاوہ ہیگ اور اس نو دریافت نسخے میں کوئی فرق نہیں۔ مقالہ نگار کا یہ بھی خیال ہے کہ ڈیوڈ ملز نے لاطینی ترجمہ کے لیے اسی نسخے کو بنیاد بنایا ہوگا کیونکہ ہیگ میوزیم کا نسخہ تو ۱۸۲۲ء تک انگلستان میں محفوظ رہا۔ انا صاحبہ کی تحقیق کے مطابق اس قواعد کا تیسرا نسخہ پیرس کے نیدرلینڈ انسٹی ٹیوٹ میں موجود ہے، جس کے سرورق پر کیتیلار کا نام درج ہے۔ علاوہ ازیں یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ کیتیلار نے یہ قواعد اپنے قیام آگرہ کے دوران میں تحریر کی (۱۷۱۴ء) جبکہ ہیگ میوزیم کے نسخہ کا سنۂ تحریر ۱۶۹۸ء بتایا گیا ہے(۴۰)۔

اُدھر نیدرلینڈ میں وہاں کے مستشرقین اور برصغیر کی علمی و ادبی روایات سے دلچسپی رکھنے والے علماء نے کیتیلار اور اُس کی گرامر پر تحقیقات جاری رکھیں اور ان کے متعلق معلومات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اِدھر ہمارے ہاں ان تحقیقات سے سنیتی کمار چیٹرجی، تیج کرشنا بھاٹیا اور ان کے اتباع میں ہندی زبان و ادب کے مؤرخین نے بھرپور استفادہ کیا اور اسے اپنی زبان کی پہلی گرامر قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اردو کے قدیم متون پر گہری نظر رکھنے والے واحد ماہر لسانیات ہیں، جو اس مؤقف کی تردید کرتے ہیں اور اس کو ہندی کے بجائے ہندوستانی یعنی اردو کی اولین قواعد ثابت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اردو کے سبھی مؤرخین زبان و ادب، لسانیات اور لغت و قواعد سے دلچسپی رکھنے والے فضلاء متذکرہ صدر ولندیزی اور

ہندی مصنفین کی تحقیقات سے لاعلم رہے اور اس ضمن میں ان کی معلومات زیادہ تر جارج گریرسن کے ثانوی آخذ پر مبنی کوائف سے آگے نہیں بڑھیں ۔ اس قواعد کے بارے میں اردو میں اب تک کی فراہم کردہ معلومات کا جائزہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

کیتیلار کی اس گرامر کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تحقیق و مطالعہ کو اب سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے اور اس دوران میں اہل تحقیق کی کاوشوں سے اس کے متعلق بیشتر مفروضات نئے حقائق کی روشنی میں بے بنیاد ثابت ہو چکے ہیں، لیکن یہ امر باعث تعجب ہے کہ مدت مدید تک گردونواح میں ہونے والی تحقیقات کی پرچھائیں تک بھی محققین اردو کی نگارشات پر دکھائی نہیں دیتی۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو اردو مصنفین میں سب سے پہلے اس قواعد کا ذکر مولوی عبدالحق (۱۸۷۰-۱۹۶۱ء) نے اپنی مقبول ترین کتاب ''قواعد اردو'' کے دیباچے میں کیا ہے[۴۱] اور اس کتاب کی اشاعت اول (۱۹۱۴ء) سے اب تک ہمارے ہاں کے ماہرین لسانیات اور اردو نثر یا اردو ادب کے مؤرخین نے کیتیلار کی گرامر کا جو مختصر ذکر کیا ہے وہ ''قواعد اردو'' ہی سے اخذ شدہ ہے۔ لفظی تبدیلیوں کے علاوہ مولوی عبدالحق کی پیش کردہ معلومات میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کیا گیا اور نہ ان کا حوالہ دیا گیا۔ بغور دیکھا جائے تو مولوی عبدالحق نے بھی کیتیلار کی قواعد کا ذکر کرتے ہوئے یہی طریقہ اختیار کیا تھا اور سر جارج گریرسن کا حوالہ دیئے بغیر اس کی متعلقہ عبارت کو من وعن اردو میں منتقل کر دیا۔ ابتدا میں ''جہاں تک تحقیق کی گئی ہے'' کے الفاظ لکھ کر علمی دیانتداری کے فریضہ سے عہد برآ ہوگئے۔ چونکہ ابھی تک ''قواعد اردو'' کا یہی دیباچہ ہمارے سبھی قواعد نویسوں کے لیے واحد ماخذ چلا آرہا ہے، اس لیے مناسب ہوگا کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے:

''جہاں تک تحقیق کی گئی ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا یورپین جس نے ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے، وہ جان جوشوا کیٹلر تھا، جو پرشیا کے شہر ایل بنجن میں پیدا ہوا۔ مذہب میں یہ لوتھر کا پیرو تھا۔ یہ شخص شاہ عالم بادشاہ (۱۷۰۸-۱۷۱۲ء) اور جہاندار شاہ بادشاہ (۱۷۱۲ء) کے دربار میں بطور ڈچ سفیر کے حاضر ہوا۔ سنہ ۱۷۱۱ء میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بمقام سورت مقرر ہوا۔ وہ لاہور سے آتے اور جاتے وقت براہ دہلی آگرے سے گزرا لیکن یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وہاں ٹھہرا بھی یا نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے تحت میں موجود تھا۔ اس کا مشن لاہور کے قریب ۱۰/دسمبر ۱۷۱۱ء کو پہنچا اور جہاندار شاہ کے ہمراہ دہلی واپس ہوا اور آخرکار اس مقام سے ۱۲/اکتوبر ۱۷۱۲ء کو روانہ ہوکر ۲۰/اکتوبر کو آگرے پہنچا اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا۔ ۱۷۱۶ء تک وہ تین سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائریکٹر) رہا۔ اس کے بعد وہ ایران سفیر مقرر ہوا اور بٹاویا سے جولائی ۱۷۱۶ء میں روانہ ہوا۔ اس وقت اُسے ایسٹ انڈیا میں ڈچ کی ملازمت کرتے ہوئے تیس سال ہوگئے تھے اور وہاں سے واپس ہوتے وقت خلیج فارس کے مقام گمبرون میں بعلالت بخار انتقال کیا۔

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت پر کتاب لکھی جو ڈیوڈ مل نے ۱۷۴۳ء میں چھاپ کر شائع کی۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس نے ۱۷۱۵ء کے لگ بھگ تالیف کی ہوگی۔ یہ کتاب لیٹن زبان میں ہے، لیکن ہندوستانی الفاظ کا املا ڈچ زبان کے طریقے پر ہے۔ ایک بات اس قواعد میں قابل لحاظ ہے کہ حرف فاعلی ''نے'' کا کہیں ذکر نہیں ہے اور علاوہ ''ہم'' کے وہ ''آپ'' کو بھی (جو گجراتی زبان میں استعمال ہوتا ہے) جمع متکلم کی ضمیر بتایا گیا''[۴۲]۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ گریرسن کی کیتیلار کی اس قواعد سے متعلق تمام تر معلومات ثانوی آخذ یا ان کے بعض

احباب کی فراہم کردہ اطلاعات پر مبنی ہیں اس لیے ان کی فرد گذاشتوں کا عکس واضح طور پر مولوی عبدالحق کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ مثلاً کیتیلار کو قواعد اور لغت دونوں کا مؤلف بتانا، قواعد کا لاطینی میں لکھا جانا، اس کا سنہ تصنیف ۱۷۱۵ء قرار دینا اور ہندوستانی الفاظ کو ولندیزی املا میں رقم کرنا، حرف فاعلی ''نے'' اور جمع متکلم (ہم) کا ذکر کرنا۔ گریرسن نے ''لسانیاتی جائزہ ہند'' میں ذرا آگے چل کر کیتیلار کی قواعد کے ملخص لاطینی ترجمہ از ڈیوڈ ملز کے مشمولات کا اختصار سے ذکر کیا ہے (جلد نہم حصہ اول، ص ۷) لیکن معلوم نہیں مولوی عبدالحق اس حصے سے کیوں صرف نظر کر گئے (۴۵)۔

اردو کے بیشتر مصنفین اور لسانی امور کے شائقین ''قواعد اردو'' کے مقدمہ ہی سے استفادہ کرتے رہے، لیکن بھولے سے بھی کسی کی نظر گریرسن کے اس جائزہ کے اگلے صفحات پر نہیں پڑی، جہاں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ کیتیلار نے اس قواعد کے علاوہ اوامر عشرۂ دین مسیحی کے ارکان اور دعائے مسیح کا بھی ہندوستانی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بعد مؤخر الذکر کا ترجمہ بطور نمونہ رومن رسم خط میں درج کر دیا تھا۔ اسی کو نثر اردو کے مؤرخین نے اپنی کتابوں میں رسم خط کو تبدیل کر کے شامل کر لیا (۴۶)۔ درحقیقت سب سے پہلے اطالوی عالم ایمیلؤ تیتزا نے اس ترجمہ دعا کی نشاندہی کی تھی اور گریرسن نے اسی کے حوالے سے اسے پہلے اپنے مقالہ (مطبوعہ ۱۸۹۵ء) اور بعد میں اپنے ''جائزہ'' کی جلد نہم (حصہ اول) میں نقل کیا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کیتیلار کی قواعد کے ولندیزی نسخہ میں اس دعا سمیت دیگر مذہبی منظومات موجود نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ تراجم اردو کے دوسرے قواعد نویس بنجامن شلتسے نے کئے ہوں۔ کیونکہ اس کی پہچان ہی دین مسیحی کے مبلغ کی ہے اور اس زبان سے اس کی دلچسپی کا اصل مقصد مسیحیت کا پرچار کرنا تھا (۴۷)۔

اردو کی تقریباً سبھی اصناف ادب ارتقائی مراحل سے گزری ہیں اور نت نئے میلانات کو اپنے اندر سمو کر بام عروج تک پہنچی ہیں لیکن ان کے برعکس لسانیات کا شعبہ جمود کا شکار رہا اور اس میں مستحکم علمی اور تحقیقی روایات جڑ نہ پکڑ سکیں۔ نیز جدید لسانیاتی رجحانات اور نظریات سے لاعلمی اور عدم توجہی کے باعث اس شعبے میں کوئی ڈھب کا کام بھی نہ ہوسکا۔ بظاہر اس مایوس کن صورت حال میں انفرادی سطح پر چند اصحاب مختلف تحدیدات کے باوصف اس موضوع پر کام کرتے رہے۔ ہمارے انہی لسانی ماہروں میں ایک نام ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا بھی ہے، جنھوں نے شلتسے کی قواعد اردو کے انگریزی ترجمہ کا ایک قلمی نسخہ لندن کی سابقہ انڈیا آفس لائبریری سے حاصل کیا اور پھر اس کا اردو ترجمہ مع انگریزی متن تعارف وحواشی شائع کرا دیا (۴۸)۔ اردو قواعد نویسی کی تاریخ میں یہ ایک اہم اور لائق تحسین پیش رفت ہے کیونکہ اس سے اٹھارھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں بول چال کی اردو زبان کے صرفی ونحوی پہلو خاصی واضح صورت میں سامنے آتے ہیں۔ چونکہ شلتسے نے اپنے قواعد کی ابتدا میں کیتیلار کے قواعد کا بھی حوالہ دیا ہے، اس لیے ڈاکٹر موصوف کو اپنی توضیحات میں اس کا ذکر بھی کرنا پڑا، لیکن انہوں نے بھی اپنے دیگر پیشروؤں کی طرح مولوی عبدالحق ہی کی معلومات پر انحصار کیا ہے اور ان میں معمولی سا اضافہ بھی نہیں کر سکے (۴۹)۔

ڈاکٹر صاحب جیسے ماہرین لسانیات اور دیگر مصنفین اردو مولوی عبدالحق کی ''قواعد اردو'' کی معلومات کو دہراتے رہے لیکن اس دوران میں قدرے غیر معروف اور لسانیات سے گہرا شغف رکھنے والے عین الحق فرید کوٹی نے کیتیلار کی گرامر کے بارے میں چند ایسی باتیں لکھ دیں جو کہیں اور نظر نہیں آتیں مثلاً یہ کہ زیر نظر قواعد ۱۶۹۸ء (قبل ازیں ۱۷۱۵ء یا ۱۷۴۳ء ہی لکھے جاتے رہے)

میں لکھنؤ کے مقام پر لکھی گئی اور اسے ایک ولندیزی باشندے (نام غلط لکھا ہے) نے نقل کیا تھا[۵۰]۔ ان سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے کیتیلار کو ولندیزی پادری لکھا ہے حالانکہ وہ تجارتی نظم ونسق کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ فرید کوٹی صاحب نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی کہ انہیں یہ معلومات کہاں سے دستیاب ہوئیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ اردو کے نامور محقق اور لسانی امور کے شائق ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اردو قواعد نویسی میں کیتیلار کی اولیت کو تسلیم کیا ہے، لیکن اسے ''شاعر کیٹلر'' سمجھا ہے اور اس قواعد کا سنۂ اشاعت غالباً ۱۵۱۷ء تحریر کیا ہے[۵۱]۔ ''تاریخ ادب اردو'' کے مؤلف ڈاکٹر جمیل جالبی جو اپنی اس کتاب کو تنقید وتحقیق کے اعلیٰ معیارات کا امتزاج قرار دیتے ہیں، بھی کیتیلار کی گرامر کے بارے میں انہی معلومات کو بالاختصار دہرا دیتے ہیں، جو برسوں پہلے گریرسن نے قلمبند کی تھیں[۵۲]۔ اس ضمن میں جناب سلیم الدین قریشی کا حوالہ بھی ضروری ہے، جو کئی سال تک سابقہ انڈیا آفس لائبریری لندن کے شعبۂ جنوبی ایشیا میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ اصل ماٰخذ تک رسائی حاصل کرکے اس ولندیزی قواعد نویس کے متعلق اردو داں طبقے کو نئی تحقیقات سے روشناس کرائیں گے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ وہ اس توقع کو پورا کرنے میں نہ صرف ناکام رہے لیکن انہوں نے کچھ مزید فاحش اغلاط کا بھی اضافہ کردیا ہے[۵۳]۔ مثلاً اس قواعد کا انگریزی ترجمہ اور اس کا مترجم جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔

اردو زبان وادب کے محققین، ناقدین اور مؤرخین میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں کیتیلار کی اس گرامر کے ولندیزی قلمی نسخہ (مخزونہ ہیگ میوزیم) کو براہ راست دیکھنے کا موقع ملا اور انہوں نے اس پر لسانی اور تحقیقی اعتبار سے کام کرنے کی غرض سے اس کی مائیکروفلم بھی حاصل کی، لیکن اپنی تدریسی اور دیگر متنوع مصروفیات کے باعث وہ اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ ممکن ہے ان کی راہ میں اس واحد معلومہ خطی نسخہ کی ولندیزی زبان اور اس کے قدیم رسم خط کی تفہیم جیسی مشکل دشواریاں حائل رہی ہوں جن کی وجہ سے سنیتی کمار چیٹرجی جیسے عالمی شہرت یافتہ ماہر لسانیات نے بھی (بحوالہ لاطینی متن) اسے ناقابل فہم قرار دیا تھا[۵۴]۔ نارنگ صاحب کا منصوبہ تو ادھورا ہی رہ گیا، لیکن انہوں نے اس گرامر کو ہندی کے بجائے اردو کی اولین گرامر ثابت کرنے میں بھاٹیا کے مؤقف کے برعکس جو قابل تردید شواہد پیش کئے ہیں، وہ لائق صد تحسین ہیں۔

کسی بھی موضوع پر تحقیق کے لیے ہمعصر یا قریب العصر ماٰخذ بنیادی اور دیگر مصادر ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے استفادہ کے لیے اساسی اصول متعین ہیں اور ان کے معتبر یا غیر معتبر کی سند انہی مبادیاتی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں مروجہ بیشتر تحقیقی اصول اہل مغرب سے اخذ کردہ ہیں جبکہ روایت و درایت کے طے کردہ ہمارے اپنے اصول بھی اہم ہیں۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو تحقیق کے لیے مختلف النوع منابع کی حیثیت متعلقہ معلومات کی فراہمی ہے اور انہی کی بنیاد پر نت نئے حقائق اور نتائج کی عمارت استوار کی جاتی ہے۔ برسوں سے معلومات کی فراہمی کی غرض سے جو ماٰخذ مستعمل رہے، گذشتہ دو تین عشروں سے ان میں ایک اہم اضافہ ہوا ہے اور وہ ہے انٹرنیٹ کا۔ کم ازکم علمی و ادبی اعتبار سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وسیع وعریض دنیا سمٹ کر ایک گاؤں میں آن بسی ہے، جہاں لکھنے پڑھنے اور معلومات کی فراہمی میں جو سہولتیں میسر ہیں ان کے بارے میں کچھ سال قبل سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب انٹرنیٹ ہمارے اہم ترین اساسی ماٰخذ میں شامل ہے کیونکہ اس کے توسط سے بعض ایسی تحریریں دستیاب ہوجاتی ہیں جو ابھی کاغذ پر بھی منتقل نہیں ہوئی ہوتیں۔ ایسی ہی تحریروں میں

لائیڈن یونیورسٹی کی خاتون اسکالر انّا پاٹنلو وانی کا انگریزی مقالہ بھی شامل ہے جس میں اس نے کیتیلار کی گرامر کے ہیگ میوزیم کے علاوہ دیگر دو خطی نسخوں (پیرس اور اوتریخت) کا ذکر کیا ہے (۵۵) ان دو مخطوطات کی دریافت کے بعد اب ہیگ میوزیم کے نسخہ (مرتبہ بھاٹیا و مچیڈا) اور ڈیوڈ ملز کے ملخص لاطینی ترجمہ سے موازنہ کے بعد اس کے نئے تنقیدی متن کی ترتیب و تدوین ضروری ہے، لیکن اس کے لیے ولندیزی اور لاطینی زبانوں پر دسترس، تکنیکی مہارت اور مالی وسائل کی ضرورت ہے۔ ان کے بغیر کم از کم برصغیر میں تو ایسے نئے متن کی تیاری ممکن نظر نہیں آتی۔ حیرت ہے کہ انٹرنیٹ پر اس مقالے سے استفادہ کرنے والے اصحاب تو اس کے اردو ترجمہ کو لازمی سمجھتے ہیں (۵٦) جو اندریں حالات جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

✷ ✷ ✷ ✷ ✷

اب آخر میں اردو کی اس اولین گرامر سے نجی تعلق کی روداد۔ اردو نثر کی تواریخ اور لسانی مطالعات میں اس گرامر کے بالاختصار حوالہ جات تو راقم کے علم میں تھے لیکن سب سے پہلے اس کے قلمی نسخے (ہیگ میوزیم)، اس کے مندرجات اور کیتیلار کے حالات زندگی وغیرہ کا مفصل تعارف وخل کے انگریزی مقالہ (۱۹۳٦ء حوالۂ مذکور) سے ہوا۔ اصل مخطوطے کی نقل اور دیگر معلومات تک براہ راست رسائی ممکن نہیں تھی اس لیے پاکستان میں موجود نیدرلینڈ کے سفارت خانہ سے رابطہ قائم کیا گیا (اوائل ۱۹۷۲ء)۔ مثبت اور حوصلہ افزا جواب موصول ہوا تو زیر نظر گرامر سمیت مطلوبہ کتب و مقالات کی فہرست تیار کر کے ارسال کر دی۔ چند ماہ بعد سفارت خانہ کے فرسٹ سیکرٹری (G.H. J. Zuidberg) کی ذاتی دلچسپی اور مثالی تعاون سے اس گرامر کی عکسی نقل فراہم ہوگئی۔ ہاتھ کے تحریر کردہ اس ولندیزی نسخے، قدیم رسم خط اور اس زبان سے ناواقفیت کے سبب اس کے بارے میں کچھ لکھنا مشکل تھا۔ پہلے تو گردونواح سے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی جو ان مشکلات کو آسان بنانے میں معاونت کر سکے۔ تلاش بسیار کے بعد ولندیزی زبان جاننے والے ایک صاحب (J.Boch) ملے، لیکن لاہور میں مختصر قیام اور وقت کی کمیابی کی وجہ سے بات ابتدائی چند صفحات سے آگے نہ بڑھ سکی۔ بالآخر مذکورہ بالا ولندیزی سفارت خانہ سے رجوع کرنا پڑا اور اپنی راہ میں حائل رکاوٹوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔ بالخصوص اس کے ولندیزی متن کو انگریزی میں منتقل کرنے کی پُرزور سفارش کی گئی۔ راقم کی ان گذارشات پر ہمدردانہ غور کیا گیا اور پھر متعلقہ سفارشات ہی کی بناء پر نیدرلینڈ میں اس گرامر کے انگریزی ترجمہ کا آغاز ہوا، لیکن راقم اس کے مترجم، رفتار کار اور پیش رفت سے لاعلم رہا۔ برسوں انتظار کرتے گزر گئے، لیکن اس منصوبے کی کچھ خبر نہ ہو سکی۔ تھک ہار کر کیتیلار کی دیگر دستاویزات اور سوانح حیات پر کام جاری رہا۔ اسی دوران میں بھاٹیا کی ہندی گرامر کی تاریخ پر انگریزی کتاب (۱۹۸۷ء) نظر سے گزری جس کے ایک پاورقی میں نام لیے بغیر راقم کے متذکرہ بالا منصوبہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا:

> "A personal communication from Dr. Th. Damsteegt, State University of Utrecht, in 1986 reveals that some 15 years ago a typescript [English translation of it [i.e. Ketelaar 1698]] was made by Prof. Bodewitz (at that time a junior assistant) at the request of a research scholar from Pakistan, who had planned a project on this grammar. As far as we know, however, that project has not resulted in any publication", dated May 6, 1983. (57)

اس نوٹ سے پتا چلا کہ راقم کے لیے ترجمہ کرنے والے پروفیسر بودے وتس تھے، جو اوتریخت کی اسٹیٹ یونیورسٹی میں جونیئر اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ بھاٹیا کی اس کتاب (۱۹۸۷ء) کے چند سال بعد بودے وتس نے بھی اسی موضوع پر مقالہ لکھا جس کا متعلقہ اقتباس درج ذیل ہے:

"More than 25 years ago I had to translate (as a young assistant of Prof. Gonda at Utrecht University, perhaps still being a student) a lot of material into English to someone in South Asia whose name I have forgotten. I translated Ketelaar's grammar with the exception of the portions which are made a less identical in Millius..." (58)

اسی اقتباس کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقمطراز ہیں:

''......اس [بودے وتس] نے کیٹیلر کے مندرجات پر کھل کر ماہرانہ معروضی نظر ڈالی ہے اور اس بات سے شدت سے اختلاف کیا ہے بلکہ اصرار کیا ہے کہ ڈاکٹر بھاٹیا کو کیٹیلر کی گرامر کا نام بدل دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ Bodewitz نے اپنے مضمون کے دوران یہ انکشاف کیا کہ لائیڈن میں تیس برس پہلے جب وہ Professor Gonda کے زیرنگرانی تربیت حاصل کرنے والا ایک نوجوان اسکالر تھا، تو اس نے گرامر کا خاصا حصہ کسی ماہر کے لیے انگریزی میں ترجمہ کر کے Professor Gonda کو دیا تھا اور Dr. Vogel کے ڈچ مضمون کا ترجمہ بھی فراہم کیا تھا۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور ترجمے کے ٹائپ شدہ اوراق اب بھی لائیڈن یونیورسٹی میں محفوظ ہوں گے''(۵۹)۔

بھاٹیا کی اطلاع کے مطابق بودے وتس کا یہ خودنوشتہ اور ٹائپ شدہ ترجمہ ان دنوں اوتریخت یونیورسٹی کے کرن انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ ہے۔ اس نے گرامر کے مطبوعہ ایڈیشن (ٹوکیو ۲۰۰۸ء) کی جلد اول میں اس انگریزی ترجمہ پر متعدد اعتراضات کئے ہیں۔ مثلاً:

"No attempt was made to transcribe either Ketelaar's Hindustani or Dutch data..... the trnslation is a bare-bones translation (39 pages) and insufficient care has gone into it to make it useful for scholarly purposes.... Bodewitz's translation is not only bare-bones but is also not free of errors. He makes referential errors... the translation does not qualify as a professional and careful translation." (60)

بھاٹیا نے تو بودے وتس کے انگریزی ترجمہ کو اغلاط کا پلندہ قرار دیا ہے لیکن متذکرہ بالا خط کشیدہ عبارات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ راقم کے استفادہ کے لیے پاکستان میں ولندیزی سفارت خانہ کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے جس ترجمہ کی فرمائش کی، اس پر فوری عمل درآمد ہوا اور اوتریخت یونیورسٹی کے ایک نوجوان اسکالر بودے وتس نے اس گرامر کے بیشتر حصہ کا

انگریزی ترجمہ مکمل کر لیا۔ افسوس یہ ترجمہ مکمل نہ ہو سکا اور نہ راقم کو بھی اس کی اطلاع مل سکی۔ ویسے بھی کیتیلار کی اس گرامر کے مزید دو قلمی نسخوں کی دریافت کے بعد بودے وتس کے اس نامکمل انگریزی ترجمہ اور بھاٹیا اور مچیڈا کے مرتبہ متن (ٹوکیو ۲۰۰۸ء) سے تمام متون کے تقابلی مطالعہ کے بعد اس گرامر کے نئے تنقیدی متن کی اہمیت خاصی بڑھ گئی ہے۔ اس کے لیے ویسے ہی ہر لسانی، تکنیکی اور مالی وسائل کی ضرورت پڑے گی، جو بھاٹیا اور مچیڈا کو میسر تھے۔ شاید مستقبل میں کوئی ملکی یا غیر ملکی ادارہ اس منصوبے کی تکمیل کا بیڑہ اٹھا سکے اور یوں اردو کی اس ابتدائی گرامر کے متعدد نئے پہلو منظر عام پر آسکیں۔

(جاری)

حواشی

۱۔ ولندیزی زبان کی صوتیات کے اعتبار سے یہی تلفظ درست ہے۔ کیتیلار کے نام کے تین حصوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ درج ذیل ہے:

John, Jean, Johannes.
Joshua, Josua.
Kotelar, Kessler, Kettler, Ketelaer.

۲۔ شلتسے کے مستند سوانح حیات کے لیے رجوع کیجیے (=رک):

Grammatica Tolugica. By B. Schultze. Madras 1728. Reprinted: Halle (Saale) 1984 pp.ii-vi

۳۔ لاطینی سرورق درج ذیل ہے:

Bejamini Schulzii: *Grammatica Hindostanica*.... Edidit Jo. Henr. Callenberg... Halle 1745. Reprinted: *Grammatica Hindostanica*. Ed. by von Burchard Brentjes and Karl Gallus. Halle (Saale) 1986.

۴۔ برائے تفصیل:

J.F. Blumhardt: *Catalogue of the Hindustani MSS. in the library of the India Office*. London 1926, p. 134, no. 260; Hermann Ethé: *Catalogue of Persian Mss. in the library of the India Office*, vol,1, Oxford 1903, p. 1,362-365, nos. 2537 and 3538

۵۔ ہندوستانی گرائمر از بنجمن شلزے، ترتیب و ترجمہ و تعلیقات از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، لاہور، ۱۹۷۷ء

۶۔ ایضاً، ص ۴۱، اور انگریزی متن، ص ۳-۴

۷۔ زیرعنوان De Lingua Hindustanica (ص ۴۵۵-۴۸۸)۔ ڈیوڈ ملز نے کیتیلار کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔

۸۔ اس ایڈیشن کا واحد نسخہ لائبریری آف کانگریس (واشنگٹن، ڈی سی) میں محفوظ ہے۔ رک: بھاٹیا (ٹوکیو ۲۰۰۸ء، درج ذیل، ص ۵۹)

۹۔ رک ''ایشیاٹک اینول رجسٹر'' (لندن ۱۸۰۵ء) بحوالہ M. Atique Siddiqi: *Origins of Modern Hindustani Literature. Source Material: Gilchrist Letters*. Aligarh 1963, p. 26

۱۰۔ رک:

Rudiments de la langue hindoustonie. Paris 1829, Appendice contenant outre quelques additions, à la grammaire, des lettres hindoustanis originales, accompagnées d'une traduction et de facsimile. Paris 1833, pp. 129-130, "Additions aux notes de

l'avant-propos",p.56

11. Emilio Teza (14.9.1831-30.3.1912), see *Enciclopedia Italiana*, vol.33, Rome 1950, p.757

تیتزا السنہ شرقیہ میں دلچسپی رکھتا تھا اور اسے نادر خطی نسخے جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ وینس کے ایک کتاب خانہ Bibliothek)
Marciana) میں اس کے ذاتی ذخیرہ کے کئی مخطوطات موجود ہیں، رک:

Atti R. Instituto Veneto, ser.7, vol.6,53 (1894-95) pp. 25-39, 308-311

12. "On the Early Study of Indian Vernaculars in Europe", in: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta) vol. Lxii, pt.1 (1893)p.47.

13. *Hobson-Jobson*. By Col. Henry Yule. New ed., Edited by W. Crook. London 1886. Reprinted : London 1985.

14. F. Deloncle: *Catalogue des livres orientaux et autres composant la bibliothèque de feu Garcin de Tassy*. Paris 1879.

۱۵۔ تیتزا کے اس مقالے کا عنوان درج ذیل ہے:

"Dei primi Studi sulle Lingue indostaniche. Alle note di G. A. Grierson." (in: *Accademia dei Lincei. Classe di scienze morali. Rendiconti*, seria quinta. v.4 (1895) pp.3-19

۱۶۔ یہ مضمون درج ذیل رسالے میں شائع ہوا:

Proceedings of the Asiatic Society of Bengal, May 1895, Calcutta 1896, pp. 89-90

Later Mughals (مرتبہ جادو ناتھ سرکار، ۱۹۲۲ء) کی جلد اول میں مصنف خود تسلیم کرتا ہے کہ انہیں کیتیلار کی گرامر کی اطلاع گریرسن نے فراہم کی تھی (ص ۱۴۷، فٹ نوٹ)

17. "A Bibliography of Western Hindi, Including Hindustani", (in: *The Indian Antiquary*. Edited by Sir R. C. Temple, Bombary, vol. xxxii, Jan.1903, pp.16-25 (Ketelaar, p. 19) Feb. 1903, pp.59-76, April 1903, pp.160-179, June 1903, pp. 262-265, (Addenda)

۱۸۔ *Linguistic Survey of India*, vol. ix, pt. 1, Calcutta 1916, Rep.: New Delhi, 1968, p.6

(مکمل گیارہ جلدیں، مطبوعہ مابین ۱۹۰۳-۱۹۲۸ء)۔ تقریباً ۲۵۰ زبانوں اور ۵۰۷ بولیوں کا لسانی تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس عظیم منصوبے کی تیاری کی جانب بین الاقوامی کانفرنس برائے مستشرقین کے اجتماع (ویانا) میں توجہ دلائی گئی۔ اس کی اشاعت سے زبانوں کے ساختی مطالعہ کے نئے دور کا آغاز ہوا۔)

۱۹۔ بھاٹیا (۲۰۰۸ء دیکھئے نوٹ ۳۷)، کی رائے میں :

"Grierson's account of the [Ketelaar's] grammar was very sketchy, only one paragraph in length, and left considerable room for misconception." (i :18)

۲۰۔ سنیتی کمار چیٹر جی کی درج ذیل تحریریں ملاحظہ کیجیے:

"Hindustani kā sab sē Prācīn Vyākaran (in: *Dvivedi Abhinanden Granth*, published by the Nāgari Pṛacārinī Sabhā of Benares, Samvat 1990 (=1933 A.D.) pp 194-203). "The Oldest Grammar of Hindustani. in: *Indian Linguistics.* Grierson Felicitation Volume, pt. iv. (Poona, 1935) pp.68-83; also in: *Bulletin of the Linguistic Society of India*. (Lahore 1935) vol. v pp. 363-384 and *Selected Writings*, vol.1 New Delhi 1978 (1972) pp.237-255

سنیتی کمار چیٹر جی نے اپنی بعض دیگر تصنیفات میں بھی کیتیلا ر کی اس قواعد کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے رک:

Indo-Aryan and Hindi. Ahmadabad 1942, rev. and enl. 2nd ed. Calcutta 1960 , p. 160, art. "Hindi, the representative speech of modern India",

اور اس کا اردو ترجمہ بعنوان ''ہند آریائی اور ہندی''، مترجم عتیق احمد صدیقی، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۲ء (۱۹۷۷ء) ص ۱۴۱، ۱۸۰۔

چیٹر جی نے کیتیلار کو ہندوستانی کا اولین قواعد نویس قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بسا اوقات اس کے اکثر حصے مشکل اور ناقابل فہم ہیں۔

"The Eighteenth Century in India", in: *Muhammad Shahidullah Felicitation Volume*. Edited by Muhammad Enamul Haq, Dacca 1966, p. 130

ڈاکٹر چیٹر جی کی زندگی اور لسانی خدمات کی تفصیل کے لیے رک:

S.K. Chatterjee Jublilee Volume. Edited by S. M. Katre, Poona: Linguistic Society of India, 1955

21. " The Author of the first Grammar of Hindustani" (in: *Mahāmahopādhyāya Gauriśankar Hīrācand ke sammān men samarpit Bhāratīya -annuśilangranth*, pt. iv, Delhi-Prayāg 1990 (=1934 A.D.) pp. 30-36)

22. "Joan Josua Ketelaar of Elbing, author of the first Hindustani Grammar" (in: *Bulletin of the School of Oriental Studies* (University of London) vol. viii, 1935 , pts. 2-3, India and Iranian Studies presented to George Abraham Grierson on his eighty-fifth birthday 7th January 1936. London 1936, p. 817-822.

23. "De erste Grammatica, van het Hindoestansch [on J. J. Ketelaar's "Instructie off orderwijsinge der Hindustanse, en Persiaanse talen", 1698] pp.32. Amsterdam 1941. (in: *Mededeelingen der Nederlandsche Akademie van Wetenschappen*. Afd.

Letterkunde. Nieuwe reeks. dl. 4. no. 15, pp. 643-674; "Nederlandsche Documenten betrettende de Geschiedenis van voor-- India in de 17de en 18 eevw." Door. J. Ph. Vogel, in: *Mededeelingen der Koninklijke Akademie van Wetenschappan*, Afdeeling Letterkunde. Deel 74, Serio 3, No. 4 (1932) pp.41-62 for Ketelaar.

ڈاکٹر ووخل برسوں ہندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ سے منسلک رہے۔ جن دنوں وہ لاہور میں تعینات تھے انہیں پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کا نائب صدر مقرر کیا گیا۔ اسی دور کی ان کی یادگار تصنیف Tile--Mosaics of Lahore Fort ہے (کلکتہ ۱۹۲۰ء)۔ اپنی پیشہ وارانہ مصروفیات کے علاوہ انہوں نے پریم چند کے ایک ناول کا ولندیزی زبان میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ (لائیڈن، ۱۹۴۸ء)۔ اپنے ملک واپس جانے کے بعد وہ لائیڈن یونیورسٹی میں سنسکرت کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ان کے سوانح حیات اور علمی کارناموں کے لیے رک:

Obituary Notice of Jean Phillipe Vogel (1871-1958) . By John Marshall (in: *Journal of the Royal Asiatic Society*, pts. 3-4 (1958), pp. 220-222); *India Antiqua*: A volume of Oriental Studies presented by his friends and pupils to Jean Phillippe Vogel on the occasion of the fiftieth anniversary of his Doctorate. Leyden 1947; *Suparṇa*. Commemoration volume in honour of the late Prof. De. J. Ph. Vogel. Leiden: Brill, (in preparation, 1970)

ووخل نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب اور مقالات لکھے۔ برائے تفصیل رک:

"The Writings of Dr. J. Ph. Vogel". Compeled by K.W. Lim, in: Journal of Oriental Research (Madras). vol. xxvii, pt. 1, 1957-58(1960),pp.17-47)

۲۴۔ رک:

Journal of the Panjab Historical Society (Lahore) ii/2 (1914) pp.170-171

۲۵۔ ہندی کے تین پرارم بھک ویا کرن۔ ترتیب و ترجمہ میتھو وچور، تعارف از یو۔این۔ تیواری، الہ آباد ۱۹۷۶ء، (ہندی کے تین قواعد بشمول کیتیلار اور شلتسے۔ تعارف میں بتایا گیا ہے کہ مترجم کو ان تینوں قواعد کے نسخے نیشنل لائبریری (کلکتہ) اور روم کے کتاب خانوں سے دستیاب ہوئے۔

۲۶۔

"The oldest grammar of Hindustani." in: *Syracuse Scholar* 4/3 (1983) pp. 81-101

27. Tej K. Bhatia : A History of the Hindi Grammatical Tradition. Hindi-Hindustani Grammar, Grammarians, History and Problems. Leiden: Brill, 1987

بھاٹیا کے علاوہ ہندی کے بعض دیگر ماہرین لسانیات نے بھی اپنی کتابوں میں کیتیلار کی قواعد کا ذکر کیا ہے، لیکن ان کی معلومات زیادہ تر ثانوی آخذ پر مبنی ہیں۔ رک:

پنجابراو رام راو یادوا: ہندی بھاشا اور ساہتیہ کے ادھیان میں عیسائی مسیحیوں کے یوگدان ، پونا، ۱۹۸۳ء۔ مرلی دھر مشری ورستو: ہندی کے یوروپیہ و دوان ۱۹۷۳ء۔ اننت چودھری، ہندی ویاکرن کا اتہاس، پٹنہ ۱۹۷۲ء۔ کامتا پرشاد گرو، ہندی ویاکرن، کاشی ۱۹۶۲ء۔ پنڈت رام دیو ترویدی: ویاکرن کا اتہاس، بنارس ۱۹۴۳ء

Shardā Devī Vedālankār: *The Development of Hindi Prose Literature in the Early Nineteenth Century*. Allahabad 1969.

۲۸ سلیم الدین قریشی کے بقول کیتیلار کی گرامر کا ایک انگریزی ترجمہ Van de Uitgave نامی ولندیزی اسکالر نے کیا تھا، جو لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز کے مجلہ میں شائع ہوا تھا۔ (جلد ۸، بابت ۱۹۳۵-۱۹۳۷ء)

(رک: اٹھارویں صدی کی اردو مطبوعات (توضیحی فہرست) مرتبہ سلیم الدین قریشی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷

مرتب نے مجلہ کے جس شمارہ کا حوالہ دیا ہے، اس میں ووگل نے کیتیلار کی گرامر (نسخہ ہیگ میوزیم) پر مقالہ لکھا تھا۔ ممکن ہے سلیم الدین قریشی نے اسی مقالے کو انگریزی ترجمہ سمجھ لیا ہو۔

۲۹۔ رک بودے وتس کا یہ انگریزی مقالہ:

H.B. Bodewitz: "Ketelaar and Millius and their Grammar of Hindustani" (in: *Bulletin of the Deccan College* (Poona), 54-55 (1994-95), pp. 123-131)

۳۰۔ رک: بھاٹیا (ٹوکیو ۲۰۰۸ء)۔ مکمل حوالے کے لیے رک: فٹ نوٹ نمبر ۳۷

بودے وتس کے انگریزی ترجمہ کا بھاٹیا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے:

"It should be added, however, that Bodewritz' translation restricted itself to Ketelaar's descriptive statements. No attempt was made to transcribe or translate the data portion which is the heart of the grammar." (pp. 13-24, f.n.24)

بودے وتس کے مقالے پر بھاٹیا یوں رائے زنی کرتا ہے:

"It is full of distortions and unnecessary digressions. It is written in a very unprofessional and a hegemonic tone. …… Bodewitz's paper is littered with distortions, misreadings due to his lack of the understanding of modern linguistic literature, hegemonic value judgments and conclusions." (pp. 57-58)

۳۱۔ رک: مذکورہ مقالہ (بذیل نمبر ۲۹) ص ۱۲۵

۳۲۔ ''عہد اورنگ زیب کی اردو نثر کے تین نمونے اور ہندوستانی یعنی اردو زبان کی پہلی گرامر'' (در: تپش نامۂ تمنا (تنقیدی و تحقیقی مضامین) از گوپی چند نارنگ۔ لاہور ۲۰۱۲ء، ص ۱۵-۴۱

۳۳۔ یہ صاحب یقیناً H.B.Bodewitz ہی ہوں گے۔

۳۴۔ رک: تپش نامۂ تمنا، محولہ بالا، ص ۱۹-۲۰

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۰

۳۶۔ شبخون (الہ آباد) بابت مئی ۲۰۰۲ء، ص ۷۹

۳۷۔ بذیل عنوان:

The Oldest Grammar of Hindustānī. Contact, Communication and Colonial Legacy. Historical and Cross-cultural Contexts, Grammar Corpus and Analysis. By Tej K. Bhatia and Kazuhiko Michida.

Tokyo 2008 (Reviewed in: *Histoire Epistémologie Language*, 32/2 (2012) pp. 176-180)

۳۸۔ رک: تپش نامۂ تمنا، مذکورہ بالا، ص ۲۱

۳۹۔ یہ مقالہ بعنوان The Earliest Hindustani Grammar اوتریخت یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر موجود ہے (۲۰۱۱ء) دیکھئے آئندہ سطور۔

۴۰۔ بودے وتس نے متذکرہ صدر مقالے میں کیتیلا ر کی قواعد کے واحد قلمی نسخہ (مخزونہ ہیگ میوزیم) کونقل قرار دیا ہے، اس لیے ان کی رائے میں اس قواعد کا دوسرا نسخہ بھی کہیں موجود تھا، جو اب دستیاب نہیں۔ بھاٹیا صاحب اس قواعد کے ایک ہی نسخے پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اگر اس کا کوئی دوسرا نسخہ موجود تھا، تو کیتیلار کے سوانح نگار اور قریبی رفیق کار ایساق فان دغ ہووے Isaac van der Hoeve اس کا ضرور ذکر کرتے۔ رک: بھاٹیا، ۲۰۰۸ء، محولہ بالا، ص ۲۰

۴۱۔ ''قواعد اردو'' کے درج ذیل پانچ ایڈیشنوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ لکھنؤ: الناظر پریس، ۱۹۱۴ء، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو ۱۹۳۶ء، ۱۹۴۰، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۱ء، کراچی، اردو اکیڈمی ۱۹۵۸ء

طبع اول کے علاوہ بقیہ ایڈیشنوں میں ترمیم و اصلاح کا عمل ہوتا رہا، لیکن پیش لفظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

۴۲۔ طبع اول، لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۱۹

اس سنہ طباعت سے قبل یہ کتاب مکمل ہو چکی تھی، لیکن بعض طباعتی رکاوٹوں کے سبب تاخیر کا شکار ہوگی، چناں چہ مولوی عبدالحق اپنے ایک مکتوب بنام مولانا احسن مارہروی (بابت ۱۶ مئی ۱۹۱۰ء) میں یوں حقیقت حال بیان کرتے ہیں:

''کئی سال ہوئے میں نے اردو صرف ونحو پر ایک کتاب لکھی تھی اور یہاں کے مطبع نے اس کے چھاپنے کا تہیہ کیا۔ قریباً پانچ جز کی کاپیاں لکھی جا چکی تھیں کہ سیکرٹری اردو کانفرنس کا تار پہنچا کہ اس کتاب کی اشاعت حیدرآباد میں ملتوی رکھی جائے۔ کانفرنس اپنی طرف سے شائع کرنا چاہتی ہے، چناں چہ سیکرٹری صاحب کے ارشاد پر اس کی کاپیوں کا چھپوانا ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب کانفرنس والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں چھپوائیں''۔

(نمونۂ منثورات از احسن مارہروی، طبع عکسی، اسلام آباد ۱۹۸۶ء، ص ۵۸۹)

مزید رک: ''مولوی عبدالحق اور قواعد اُردو'' (در: لسانی مقالات مرتبہ قدرت نقوی، حصہ دوم، اسلام آباد ۱۹۸۸ء، ص ۲۸۹-۲۹۵)

جارج گریرسن نے ۱۸۹۳ء اور پھر ۱۹۰۳ء کی مرتبہ ببلیو گرافی میں اردو کے ابتدائی مغربی قواعد نویس کیتیلار اور شلتسے کا ذکر کیا اور اس

کی فراہم کردہ معلومات کو مولوی عبدالحق نے ''قواعد اردو'' کے دیباچے میں من وعن منتقل کر دیا۔ اس قواعد کی اشاعت اول (۱۹۱۴ء) کے دو سال بعد گریرسن کے ''لسانیاتی جائزہ ہند'' کی جلد نہم (حصہ اول) میں سابقہ معلومات ہی کو بغیر ترمیم و اضافہ شامل کر دیا گیا۔ اسی کی بنیاد پر مولوی عبدالحق نے ''اہل یورپ نے اردو کی کیا خدمت کی؟'' کے تحت مقالہ سپرد قلم کیا (در: اردو، بابت جنوری ۱۹۲۴ء)۔ اس کے بعد ''قواعد اردو'' کے جو چار ایڈیشن طبع ہوئے (۱۹۳۶ء، ۱۹۴۰ء، ۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۸ء) جن کے متن میں ترمیم واصلاح کا عمل جاری رہا، لیکن دیباچے کے مندرجات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

۴۳۔ اب گریرسن کی انگریزی عبارت ملاحظہ کیجئے:

43. "We now come to the first Hindostani grammar. John Joshua Ketelaer (also written Kö t e l ä r, Kessler, or Kettler) was a Lutheran by religion, born at Elbingen in Prussia. He was accredited to Shah Alam Bahadur Shah (1708-12) and Jahandar Shah (1712) as Dutch envoy. In 1711 he was the Dutch East India Company's Director of trade at Surat. He passed through Agra both going to and coming from Lahore (via Delhi), but there does not seem to be any evidence available that he ever lived there, though the Dutch Company had a Factory in that city subordinate to Surat. The mission arrived near Lahore on the 10th December 1711, returned to Delhi with Jahandar Shah, and finally started from that place on the 14th October 1712 reaching Agra on the 20th October. From Agra they returned to Surat. In 1716 Ketelaer had been three years Director for the Dutch Company at Surat. He was then appointed their envoy to Persia, and left Batavia in July 1716 having been thirty years in the Dutch Service or in the East Indies. He died of fever at Gambroon on the Persian Gulf on his return from Isfahan ………… he [David Mill] prints Ketelaer's Hindustani Grammar and Vocabulary, which …….. was written about the year 1715. He also gives some plates illustrating Indian alphabets. ….. Except for the plates of characters, all the Hindustani is in the Roman character, the body of the work being written in Latin. The spelling of the Hindustani words is based on the Dutch system of pronunciation ………….He has no idea of the use of 'ne'. On the other hand, he teaches the Gujarati use of 'āp' to mean 'we.' " (pp. 6-8)

۴۴۔ محمد سردار علی (مؤلف تذکرہ یورپین شعرائے اردو، حیدرآباد دکن ۱۹۲۵ء)۔ رام بابو سکسینہ (تاریخ ادب اردو (انگریزی) الہ آباد ۱۹۲۷ء، ص ۲۵۴-۲۵۵، اشاعت جدید، لاہور، ۱۹۹۶ء، پیپر بیک، ص ۲۸۱)۔ خلیل الرحمٰن داؤدی (مرتب) قواعد زبان اردو مشہور بہ رسالۂ گل کرسٹ مؤلف بہادر علی حسینی، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۴-۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (انگریزی مقالہ در: اے ہسٹری آف مسلم فلاسفی، مرتبہ ایم۔اے۔ شریف، جلد دوم، ویس باڈن ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۳۷، تحتی نوٹ ۱۳)۔ محمد عتیق صدیقی: گلکرسٹ اور اس کا عہد، علی گڑھ، ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۔ ایضاً: اوریجنز آف ماڈرن ہندوستانی لٹریچر، سورس میٹریل، گل کرسٹ لیٹرز۔ علی گڑھ ۱۹۶۳ء، تعارف، ص ۲۶-۲۷، ۲۷۷)۔ ڈاکٹر رضیہ نور محمد (اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ از ۱۴۹۸ء تا ۱۹۴۷ء، لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۸-۲۶)۔ پروفیسر ثریا حسین (گارسیں دتاسی، اردو خدمات وعلمی کارنامے، لکھنؤ ۱۹۸۴ء، ص ۳۵)۔ آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۷، ۱۴۰-۱۴۱، زیادہ تر وولخل کے متذکرہ بالا انگریزی مقالہ (۱۹۳۶ء) سے کیتیلار کے مختصر

حالات زندگی درج کئے گئے ہیں۔ قواعد اردو مؤلفہ فدا علی خاں مرحوم، ترتیب و تکمیل محمد عبدالسلام خاں رامپوری، پٹنہ ۱۹۹۵ء، خلاصہ، ص ۱۳ تحتی نوٹ۔ کیٹیلر اور اس کی ہندوستانی زبان کی قواعد (در: ہماری زبان (علی گڑھ) بابت ۱۵ر مارچ ۱۹۶۶ء)۔

۴۵۔ نیر اقبال (اردو قواعد نویسی کا مختصر جائزہ در: اردو ادب، علی گڑھ، شمارہ اول (۱۹۶۷ء)۔ ڈاکٹر عطش درانی (اردو قواعد نویسی اور یورپ در: اردو نامہ، لاہور جون ۱۹۸۳ء)۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری (کتابیات قواعد اردو، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۸۷-۸۸)۔ ڈاکٹر سلیم اختر (اردو زبان کیا ہے، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۱۷-۳۲۳)۔ ڈاکٹر گیان چند (لسانی مطالعے، نئی دہلی ۱۹۹۱ء، طبع اول ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۷)۔ مرزا خلیل احمد بیگ (اردو زبان کی تاریخ، علی گڑھ، ۲۰۱۰ء، ص ۳۹۷)۔ رؤف پاریکھ (یورپین اسکالرز اینڈ اردو گرامر، در: روزنامہ ڈان، کراچی، بابت ۲۹ر جون ۲۰۰۹ء)

۴۶۔ رک: نمونۂ منثورات (تاریخ نثر اردو) از مولانا احسن مارہروی، طبع عکسی، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء (علی گڑھ ۱۹۳۰ء)، ص ۵۸۔ داستان تاریخ اردو مؤلفہ حامد حسن قادری، طبع دوم، آگرہ، ۱۹۵۷ء (۱۹۳۸ء) ص ۷۰۔ سیر المصنفین از محمد یحییٰ تنہا، جلد اول، ص ۵۲

۴۷۔ یہ تینوں مذہبی منظومات کیتیلار کے قلمی نسخہ (مخزونہ ہیگ میوزیم) کے باب نمبر ۵۳ کے تحت درج کی گئی ہیں (رک: بھاٹیا، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۳-۱۸۱)۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے پاس اس نسخے کی جو مائیکروفلم ہے، اس سے انہوں نے یہ تینوں نظمیں مع انگریزی ترجمہ نقل کی ہیں۔ (رک: تپش نامۂ تمنا، متذکرہ بالا ص ۲۴-۳۰) لیکن ولندیزی مصنف بودے وتس کا کہنا ہے کہ اس نسخہ کی فہرست ابواب میں نمبر ۵۳ موجود ہے، لیکن متن سے یہ بالکل غائب ہے۔ (متذکرہ بالا، ص ۱۳۱) ایک ولندیزی خاتون اسکالر کے مطابق ہیگ میوزیم کے خطی نسخہ کے آخری باب کے بجائے ان نظموں کو شامل کر لیا گیا۔ (رک: پاٹلو وانی کا درج بالا مقالہ)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیتیلار کے معلومہ سوانح حیات سے اس کے دین عیسوی سے لگاؤ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس بات کا امکان ہے کہ اردو کے دوسرے قواعد نویس بنجامن شلتسے نے جو پروٹسٹنٹ مشنری کی حیثیت سے ہندوستان آیا، یہ نظمیں کہی ہوں اور وہیں سے انہیں نقل کیا گیا ہو۔ سنیتی کمار چیٹر جی گریرسن کی اس درج کردہ ''دعائے مسیح'' کے ترجمہ (از کیتیلار) کے متعلق ایسی ہی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"... and Ketelaar Version of the Lord's Prayer in Hindustani quoted by Teza (and then by Sir George) seems also to have been taken from Schultze."

("The Oldest Grammar of Hindustani", op, cit. p. 237)

گریرسن کے 'جائزۂ' سے اس دعائے مسیح کو رومن رسم خط سے درج ذیل اردو رسم خط میں نقل کیا گیا ہے:

''ہمارے باپ کہ وہ آسمان میں ہے، پاک ہوئے تیرے نام، آوے ہم کوں ملک تیرا، ہوئے راج تیرا جوں اسمان تو جمین [زمین] میں روٹی ہمارے نہ تھی، ہم کو آس دے اور معاف کر تقصیر اپنی ہم کوں، جوں معاف کرتے اپرے قرض داروں کوں، نہ ڈال ہم کوں اس وسوسے میں، بلکہ ہم کوں گھس کر اس برائی سے، تیری ہی لچی سواری عالمگیری جماعت میں۔ آمین''

(در: نمونۂ منثورات، درج بالا، ص ۵۸)

مزید یہ کہ کیتیلار کی قواعد کا لاطینی ترجمہ ڈیوڈ ملز نے اپنی کتاب ''مقالات متفرقہ'' (مطبوعہ ۱۷۴۳ء) میں شامل کیا۔ چونکہ وہ نیدرلینڈ کی اوتر یخت یونیورسٹی میں دینیات کا معلم بھی تھا، اس لیے قرین قیاس ہے کہ اس نے ان مذہبی نظموں کو شامل کر دیا ہو۔ حال ہی میں اسی یونیورسٹی کے کتاب خانہ سے کیتیلار کے اس قواعد کا جو مخطوطہ دریافت ہوا ہے، وہ ملز کے زیر استعمال رہا۔

۴۸۔ ہندوستانی گرامر از بنجمن شلزے، ترتیب و ترجمہ و تعلیقات از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶

۴۹۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب کی دیگر تحریروں میں بھی انہی معلومات کی تکرار پائی جاتی ہے۔ رک: جامع القواعد (حصۂ صرف) لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۵۴۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد ۷، اردو ادب (دوم) (۱۷۰۷-۱۸۰۳ء) لاہور، ۱۹۷۱ء، بارہواں باب: ''اس دور کے نثر نگار'' ص ۴۷۵۔ ایضاً، اردو ادب (سوم) (۱۸۰۳-۱۸۵۷ء) لاہور، ۱۹۷۱ء، ''لسانی خصوصیات''، ص ۳۹۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد اول، کراچی ۱۹۷۷ء، مقدمہ

۵۰۔ رک: ہفت زبانی لغت، لاہور، ۱۹۷۴ء، تعارف، ''پاکستانی زبانوں کا ارتقاء''، ص ۷۹۷

۵۱۔ ''اردو کی تہذیبی قدر و قیمت''، مطبوعہ در: ادب لطیف (لاہور) اردو نمبر، ۱۹۵۵ء

۵۲۔ جلد دوم، حصہ سوم (اٹھارویں صدی) لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۶۳

۵۳۔ اٹھارویں صدی کی اردو مطبوعات (توضیحی فہرست) اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵-۱۸

۵۴۔ رک: مقالہ مذکورہ، ۱۹۳۳ء، ص ۸۲

۵۵۔ ''ابتدائی ہندوستانی گرامر'' (انگریزی) رک:

http://be.library.uu.nl/node/180/page/2011

۵۶۔ رک: کیٹلر کی قواعد: کچھ نئی دریافتیں از ڈاکٹر غلام عباس گوندل (در: معیار (اسلام آباد) ۸ (جولائی - دسمبر ۲۰۱۲ء) ص ۱۵۹-۱۷۴) مقالہ نگار کا دوسرا مقالہ بعنوان ''کیٹلر کی لغت و قواعد: موضوعاتی مطالعہ'' ہنوز طبع نہیں ہوا۔

۵۷۔ رک: بھاٹیا (۱۹۸۷ء) مذکورہ بالا۔ ص ۲۳-۲۴، تحتی نوٹ ۲۴

۵۸۔ رک: بذیل نوٹ نمبر ۲۹، ص ۱۲۴

۵۹۔ رک: تپش نامۂ تمنا، مذکورہ بالا، ص ۱۹

۶۰۔ رک: بھاٹیا (۲۰۰۸ء) مذکورہ بالا، ص ۵۸-۶۰